



ڈاکٹر علامہ اقبالؒ

کے

شکوک، جواب شکوک

کی

نثری ترجمانی

از

الحاج امیر اللہ عنبر خلعتی



ڈاکٹر علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ

کا

# شکوہ، جواب شکوہ

اور

اس کی سلیبس زبان میں مختصر نثری ترجمانی

بقلم

الحاج امیر اللہ عنبر خلیفی

مومن پورہ، ناگپور



## جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

کتاب کا نام	: شکوہ، جواب شکوہ
مصنف	: حضرت علامہ اقبالؒ
نثری ترجمانی	: الحاج امیر اللہ عنبر خلیقی
ناشر	: قبرستان روڈ، مومن پورہ، ناگپور/۱۸۰۰۴۴ (مہاراشٹر)
سرورق	: رضوان احمد عنبر
کمپوزرس	: الحاج امیر اللہ عنبر خلیقی
کمپیوٹر کمپوزنگ	: محمد رفیع الدین / شبانہ پروین
طباعت	: ساحل کمپیوٹرس، حیدری روڈ، مومن پورہ، ناگپور
سال اشاعت	: شاہد پرنٹرس، نزد بڑی مسجد، ٹیکہ، ناگپور
ہدیہ	: ۲۰۱۰ء
	: ۲۰ روپے

ملنے کے پتے:

- ☆ عنبر خلیقی منزل، قبرستان روڈ، مومن پورہ، ناگپور/۱۸۰۰۴۴ (مہاراشٹر)
- ☆ پروفیسر افتد افسر، مسجد دارالمہام، پاتر پری گھاٹ، بھوپال (ایم پی)
- ☆ بمبئی اسٹورس، نزد گول بازار، کامٹی، ضلع ناگپور (مہاراشٹر)
- ☆ حسن بیباک، لوہار منڈی، برہانپور
- ☆ صالحہ بک ڈپو، بالمقابل جامع مسجد، محمد علی روڈ، مومن پورہ، ناگپور/۱۸۰۰۴۴ (مہاراشٹر)



## حمد باری تعالیٰ

برکلام محترم شفیع مونس (نائب امیر جماعت اسلامی)

یہ عطاء علم سے ہی بات آئی ہے قریں  
جس جگہ سوچوں تجھے موجود ہے تو ہی وہیں  
تو ہی تُو ہے اور نہیں ہے کوئی تیرا ہم نشین  
حمد کے لائق فقط تُو ہے الہ العالمین  
دوسرا کوئی نہیں ہے بالیقین کوئی نہیں  
کائنات آگہی میں رفعت پرواز ہے  
بس نبی کی ذات کو عرفاں پہ تیرے ناز ہے  
اُس کا ہے ہمارا تو اور وہ ترا ہمارا ہے  
یہ تری شانِ کریمی کا ہی اک انداز ہے  
آستانِ حق پہ جھک جاتی ہے مومن کی جبیں

تیرے حق میں لکھ سکوں میری کہاں اوقات ہے  
تیری قدرت میں یہ ساری گردشِ دن رات ہے  
ذکر میں ہر بات سے بڑھ کر تری ہی بات ہے  
ہے ہمہ بھی مرہمہ بھی صرف تیری ذات ہے  
شان یہ ہر گز کسی مخلوق کی ہر گز نہیں  
جس کو تعلیمات سے اللہ کا عرفاں نصیب  
جس کو حاصل ہے ہدایت جس کو ہے قرآن نصیب  
جاننے پہچاننے کو جس کو ہے فرقان نصیب  
جس کو خوش بختی سے ہے توحید پر ایماں نصیب  
آفریں قسمت کو اُس کی آفریں صد آفریں

ہم بنے ہے تیرے صائم، حد ہے یہ احسان کی  
ہے ہدایت بھی ملائم، جس سے دل میں تازگی  
تیری ہستی صرف دائم، تجھ سے میری زندگی  
تو کہ ہے بالذات قائم، زندہ جاوید بھی  
زیست ہر شے کی تری شانِ کریمی کی رہیں  
ذکر میں اور فکر میں غنیمتِ حدیثِ جاوداں  
جس میں ہیں مشغول ہر دم یہ زمین و آسماں  
ہے کہاں عظمتِ خدا کی اور بندہ ہے کہاں  
ہے دعا یارب تری تکبیر ہو وردِ زباں  
اور تیری یاد ہو مونس کے دل میں جاگزیں

تضمین کار: امیر اللہ عمر خلعتی



# رودادِ الم بارگاہِ رسالت میں

تضمین برنعت محترم عامر عثمانی مرحوم (مدیر تجلی)

اے دونوں جہانوں کی رحمت ہے چاروں طرف تیرا ہی کرم  
یوں دین مکمل ہے تجھ سے، باقی ہے کہاں اب کوئی سقم  
جب دل میں بسیں یادیں تیری، سب دور ہوئے ہیں رنج و الم  
تنویر مجسم ذات ری ہے تجھ سے ہی ملت کا بھرم  
عرفان کی منزل پانے کو، نظروں میں ترے ہی نقش قدم  
دنیا کی نگاہوں کی زد پر یہ قوم ہی لوٹی جاتی ہے  
عظمت کا نہیں ہے نام و نشان نفرت سے ہی دیکھی جاتی ہے  
امید بھی ہے ٹکڑے ٹکڑے، ہر آس بھی ٹوٹی جاتی ہے  
طوفان ہیں کہ ٹوٹے پڑتے ہیں، کشتی ہے کہ ڈوبی جاتی ہے  
محروم عمل ملاحوں میں، طاقت ہے نہ بل ہمت ہے نہ دم

آپس میں نفاق اور نفرت سے حاوی ہے جہاں کی چالاک  
یوں قوت بازو ختم ہوئی سب سے ہیں جہاں کی سفاکی  
ظلمات میں گھوڑے دوڑائے، اب بھول گئے ہیں تیراکی  
ہیں خوف کی شدت سے لرزاں، مشہور تھی جن کی بیباکی  
ہیں پست و ذلیل و خوار و زبوں، مشہور تھا جن کا جاہ و حشم  
کشکول میں جب غیرت ہی نہیں صورت ہے کسی فریادی کی  
رہتے ہیں جہاں اہل ملت، حالت ہے بری اس وادی کی  
بکھری بکھری یوں اُمت ہے، امید نہیں آبادی کی  
دل ہو بھی چکا ٹکڑے ٹکڑے حد ہو بھی چکی بربادی کی  
کمزور کہاں تک جھیلیں گے اپنوں کی جفا، غیروں کے ستم

تسکین ہے تیرے دامن میں اور اپنی نظر ترسی ترسی  
کوئی نہ ملا تیرے جیسا، ہر سمت نظر جب ڈالی تھی  
اے رحمت عالم! رہبر حق، تیری ہی طرف سے آئے گی  
بس ایک اشارہ ہلکا سا، بس ایک توجہ ہلکی سی  
پھر تیری نظر کے مستوں کو، کس چیز کا ڈر، کس بات کا غم  
ویسے تو ہر اک آسانی کو دینے کو جہاں ہے آمادہ  
لیکن ترے حرفِ آخر نے کیا ہم سے لیا حق کا وعدہ  
اس واسطے اپنے سینے میں جاگا ہے یہی جذبہ سادہ  
اے نجمِ سحر! ہے عامر بھی، شیدائے جمالِ نادیدہ  
شاید کہ تجھے رحم آجائے، فریاد ہے لب پر آنکھ ہے نم

تضمین کار: امیر اللہ عنبر خلیفی



## توجیہ

شاعری کا ذوق رکھنے والے چند نوجوانوں سے گفتگو کے دوران یہ بات میرے علم میں آئی کہ نوجوان طبقہ علامہ اقبالؒ سے عقیدت رکھتا ہے، ان کی شاعری کو مشعلِ راہ سمجھتا ہے۔ خصوصاً شکوہ جواب شکوہ کا مداح ہے لیکن اس کو پڑھتے ہوئے اس وقت سے گزرتا ہے کہ بیشتر فارسی الفاظ اور دقیق شعری ترکیبوں کی وجہ سے شعر سمجھنے سے قاصر رہتا ہے۔

اس مسئلے کو میں نے فکری اور جذباتی طور پر محسوس کیا اور اس کو حل کرنے کی غرض سے شکوہ کے ۳۱ بند اور جواب شکوہ کے ۳۶ بند کے ہر مصرع کی آسان اور مختصر مگر جامع ترجمانی ہر مصرع کے ساتھ تحریر کر دی۔

اس اقدام سے اگر میرے رہنما حضرت علامہ اقبالؒ کے کلام کا مفہوم لوگوں تک پہنچ گیا تو یہ میرے لیے سعادت کی بات ہی نہیں ہوگی بلکہ علامہ اقبال سے میری عقیدت کا حق بھی ادا ہو جائے گا۔

امیر اللہ عنبر خلتی



## حضرت علامہ اقبالؒ کے ترانے کی تضمین

(۱)

قرآن نے بتایا ہے آسمان ہمارا  
فکر و نظر کا رقبہ، ہے بیکراں ہمارا  
ایمان کا ہر تقاضہ آرامِ جاں ہمارا  
چین و عرب ہمارا ہندوستان ہمارا  
مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا

(۲)

دنیا میں ہر جگہ ہیں، کہئے کہاں نہیں ہم  
ہمت جواں ہے اپنی اب ناتواں نہیں ہم  
منزل سے دور تر ہو وہ کارواں نہیں ہم  
باطل سے دینے والے، اے آسمان نہیں ہم  
سو بار کر چکا ہے تو امتحاں ہمارا

(۳)

نکلے کبھی تھے تنہا وہ دن ہے یاد تجھ کو  
قطرے بنے تھے دریا وہ دن ہے یاد تجھ کو  
عزم و یقین جواں تھا وہ دن ہے یاد تجھ کو  
اے آبروِ گنگا وہ دن ہے یاد تجھ کو  
اترا ترے کنارے جب کارواں ہمارا

(۴)

ہر وقت بے نیازِ سود و زیاں ہوئے ہیں  
جب وقت نے پکارا، تیر و کماں ہوئے ہیں  
فتنوں نے جب جھوڑا، برقی تپاں ہوئے ہیں  
تیغوں کے سائے میں ہم پل کر جواں ہوئے ہیں  
خنجر ہلال کا ہے قومی نشاں ہمارا

(۵)

قلبِ حزیں میں پیدا کر پہلے ڈر خدا کا  
سجدوں کو زندگی دے حاضر ہے در خدا کا  
دل میں ہو حُبِ احمدؑ اور ذکرِ کر خدا کا  
دنیا کے بتکدے میں پہلا وہ گھر خدا کا  
ہم پاسباں ہیں اس کے وہ پاسباں ہمارا

(۶)

کانوں میں اپنے کوئی نغمہ سرا ہے گویا  
آنکھوں میں نورِ حق کا منظر بھرا ہے گویا  
ہمت سے محنتوں سے، گلشنِ ہرا ہے گویا  
اقبال کا ترانہ، بانگِ درا ہے گویا  
ہوتا ہے جادہ پیا پھر کارواں ہمارا



## شکوہ

کیوں زیاں کار بنوں، سود فراموش رہوں  
میں کیوں نقصان کرنے والا بنوں، اور فائدہ کو بھول جاؤں  
نالے بلبیل کے سنوں اور ہمہ تن گوش رہوں  
صرف بلبیل کے نالے ہی سنوں اور اسی پر کان لگائے رہوں  
فکرِ فردا نہ کروں، محو غم دوش رہوں  
میں مستقبل کی کوئی فکر نہ کروں اور آج کے غم کا ندھے پر لا دے رہوں  
ہمنوا! میں بھی کوئی گل ہوں کہ خاموش رہوں  
اے دوست! کیا میں کوئی پھول جیسا ہوں کہ چپ رہوں

جرات آموز مری تابِ سخن ہے مجھ کو

میری ہمت نے مجھے بولنے کی مجال دی ہے  
شکوہ! اللہ سے خاکم بدہن ہے مجھ کو

میرے منہ میں خاک کہ میں اللہ کے سامنے شکایت کر رہا ہوں

ہے بجا شیوہ تسلیم میں مشہور ہیں ہم  
یہ صحیح ہے کہ تجھے ماننے اور تسلیم کرنے میں ہم مشہور ہیں  
ساز خاموش ہیں فریاد سے معمور ہیں ہم  
سارے ساز خاموش ہیں لیکن ہم فریاد سے بھرے ہوئے ہیں  
قصہ درد سناتے ہیں کہ مجبور ہیں ہم  
اپنے درد کا قصہ اس لئے سناتے ہیں کہ مجبور ہو گئے ہیں  
نالہ آتا ہے اگر لب پہ تو معذور ہیں ہم  
ہمارے لب پر درد کی پکار آتی ہے تو یہ ہماری معذوری ہے

اے خدا! شکوہ اربابِ وفا بھی سن لے

اے ہمارے خدا! تیرے ساتھ وفا کرنے والوں کی شکایت بھی سن لے

خوگرِ حمد سے تھوڑا سا گلہ بھی سن لے

اور تیری تعریف اور توصیف کرنے والوں سے تھوڑا گلہ بھی سن لے



تھی تو موجود ازل سے ہی تری ذات قدیم  
تیری قدیم ذات تو ابتدا سے ہی موجود تھی  
پھول تھا زیب چمن پر نہ پریشاں تھی شمیم  
چمن میں پھول تھے لیکن ان کی خوشبو کی ہوا پریشاں نہیں تھی  
شرط انصاف ہے، اے صاحب الطاف عمیم  
صرف یہاں انصاف کی شرط ہے اے ہم پر عام طور سے کرم کرنے والے  
بوئے گل پھیلتی کس طرح جو ہوتی نہ نسیم؟  
اگر صبح کی ٹھنڈی ہوا نہ ہوتی تو پھولوں کی خوشبو کیسے پھیلتی

ہم کو جمعیتِ خاطر یہ پریشانی تھی

ہم کو اجتماعی تسلی اور اطمینان کے لئے ہی پریشانی تھی

ورنہ امت ترے محبوب کی دیوانی تھی

ورنہ تیرے نبی کی امت تو تیرے محبوب کی ہر طرح دیوانی تھی

ہم سے پہلے تھا عجب تیرے جہاں کا منظر  
ہم ایمان والوں سے پہلے جہان کا منظر عجیب تھا

کہیں مسجود تھے پتھر، کہیں معبود شجر  
کہیں پتھروں کے سامنے سر جھکتے تھے کہیں درختوں کو پوجا جاتا تھا

خوگر پیکر محسوس تھی انسان کی نظر  
مانتا پھر کوئی ان دیکھے خدا کو کیوں کر؟

انسانوں کی نظر مجسم خدا کو دیکھنے کی عادی تھی  
اس لئے کوئی بغیر دیکھے خدا کو کیوں مانتا

تجھے کو معلوم تھا لیتا تھا کوئی نام ترا؟

یہ تجھے معلوم ہے کہ تیرا نام لینے والا دنیا میں کوئی نہ تھا

قوتِ بازوئے مسلم نے کیا کام ترا؟

اس کام کو صرف مسلمانوں کے بازو کی قوت نے انجام دیا

بس رہے تھے یہاں سلجوق بھی تورانی بھی  
اہل چیں، چین میں، ایران میں ساسانی بھی

یہاں سلجوق اور تورانی قوم بھی آباد تھی  
چین میں چینی تھے اور ایران میں ساسانی قوم بھی تھی

اسی معمورے میں آباد تھے یونانی بھی  
اسی دنیا میں یہودی بھی تھے نصرانی بھی

اس دنیا میں یونانی بھی آباد تھے  
اور اسی دنیا میں یہودی اور عیسائی بھی رہتے تھے

پر ترے نام پہ تلوار اٹھائی کس نے

لیکن وہ کون تھے جنہوں نے تیرے نام پر تلوار اٹھائی

بات جو بگڑی ہوئی تھی وہ بنائی کس نے

اور وہ کون تھے جنہوں نے بگڑے ہوئے ماحول کی اصلاح کی تھی



خشکیوں میں کبھی لڑتے، کبھی دریاؤں میں

یہ لڑائی کبھی خشکی میں اور کبھی دریاؤں میں ہوتی رہی

کبھی افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں

اور کبھی افریقہ کے تپتے ہوئے ریگستانوں میں تیری توحید کی صدا لگائی

تھے ہمیں ایک ترے معرکہ آراؤں میں

وہ ہم ہی تھے جو تیرے لئے لڑتے رہے

دیں اذانیں کبھی یورپ کے کلیساؤں میں

ہم ہی تھے جو یورپ کے کلیساؤں میں اذانیں دیتے رہے

شان آنکھوں میں نہ جیتی تھی جہاں داروں کی

ہماری آنکھوں میں کسی بھی بادشاہ کی شان بھاتی نہیں تھی

کلمہ پڑھتے تھے ہم چھاؤں میں تلواروں کی

بلکہ ہم تلواروں کی چھاؤں میں تیرا ہی کلمہ پڑھتے تھے

اور مرتے تھے ترے نام کی عظمت کے لئے

زندگی قربان کر رہے تھے تو تیرے نام کی بڑائی کے لئے

سربکف پھرتے تھے کیا دہر میں دولت کے لئے

ہم ہتھیلی پر اپنا سر لے کر دولت کی لالچ میں نہیں پھرتے تھے

ہم جو جیتے تھے تو جنگوں کی مصیبت کے لئے

اگر ہم جی رہے تھے تو فقط جنگ و جدل کی مصیبت جھیلنے کے لئے

تھی نہ کچھ تیغ زنی اپنی حکومت کے لئے

ہماری تلوار بازی حکومت قائم کرنے کے لئے نہ تھی

قوم اپنی جو زر و مال جہاں پر مرتی

اگر یہ قوم مال و زر کی لالچ کے لئے مرتی

بت فروشی کے عوض، بت شکنی کیوں کرتی

تو بتوں کو بیچنے کے بجائے بتوں کو توڑنے کا کام کیوں کرتی

پاؤں شیروں کے بھی میدان سے اکھڑ جاتے تھے

ہمارے خوف سے شیروں جیسے بہادر بھی میدان چھوڑ دیتے تھے

تیغ کیا چیز ہے؟ ہم توپ سے لڑ جاتے تھے

اس وقت تلوار ہی نہیں بلکہ توپوں کا بھی مقابلہ کرتے تھے

ٹل نہ سکتے تھے اگر جنگ میں اڑ جاتے تھے

اگر ہم جنگ میں اڑ جاتے تھے تو ٹالے نہیں ملتے تھے

تجھ سے سرکش ہوا کوئی تو بگڑ جاتے تھے

اگر کوئی تیرے نام پر شرارت کرتا تو ہمارے مزاج بگڑ جاتے تھے

نقش توحید کا ہر دل پہ بٹھایا ہم نے

ہم نے ہی ہر دل پر تیری وحدانیت کا نقشہ بٹھایا ہے

زیر خنجر بھی یہ پیغام سنایا ہم نے

اور خنجر کے نیچے رہ کر بھی تیرا پیغام حق سنایا ہے



تو ہی کہہ دے کہ اکھاڑا درِ خیبر کس نے؟  
 اے پروردگار تو ہی کہہ دے کہ خیبر کے در کو کس نے اکھاڑا  
 شہرِ قیصر کا جو تھا، اس کو کیا سر کس نے؟  
 جو قیصر روم کا شہر تھا اسے کس نے فتح کیا  
 توڑے مخلوق خداوندوں کے پیکر کس نے؟  
 تیرے جو بندے خدا بنے تھے انھیں کس نے توڑا  
 اور کافروں کے عظیم لشکروں کو کس نے کاٹ کر رکھ دیا

کس نے ٹھنڈا کیا آتشِ کدہِ ایراں کو؟

وہ کون تھے جنہوں نے ایراں کے اگیارے کی آگ بجھائی

کس نے پھر زندہ کیا تذکرۂ یزداں کو؟

اور وہ کون تھے جنہوں نے تیری یاد کو زندگی عطا کی

کون سی قوم فقط تیری طلب گار ہوئی؟  
 اور تیرے لئے زحمت کش پیکار ہوئی؟

وہ کون سی قوم تھی جس کی طلب فقط تیری ذات اقدس ہی رہی  
 اور جس نے تیرے ہی لئے جنگ و جدل کی تکلیفیں اٹھائیں

کس کی شمشیر جہانگیر، جہاں دار ہوئی؟  
 کس کی تکبیر سے دنیا تری بیدار ہوئی

وہ کون تھے جن کی جہاں کو فتح کرنے والی تلوار نے بادشاہت کی  
 اور کون تھے جن کی تکبیروں سے تیری دنیا بیدار ہوئی

کس کی ہیبت سے صنم سہمے ہوئے رہتے تھے

وہ کون تھے جن کے خوف سے بت ہمیشہ ڈرتے رہتے تھے

منہ کے بل گر کے ہو اللہ احد کہتے تھے

اور منہ کے بل گر کر وہی ایک خدا ہے کہا کرتے تھے

آگیا عین لڑائی میں اگر وقت نماز  
 قبلہ رو ہو کے زمیں بوس ہوئی قوم حجاز

اگر جنگ کے دوران نماز کا وقت آگیا  
 تو حجاز کی قوم قبلہ کی طرف رخ کر کے سجدہ ریز ہوئی

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز  
 نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

محمود بادشاہ اور اس کا غلام ایاز ایک صف میں کھڑے ہوئے  
 اور ان میں نہ کوئی غلام رہا اور نہ کوئی آقا

بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے

غلام و آقا اور غریب و امیر ایک ہو گئے

تیری سرکار میں پہونچے تو سبھی ایک ہوئے

جب تیری بارگاہ میں حاضر ہوئے تو سب ایک صف میں ہو گئے



محفل کون و مکاں میں سحر و شام پھرے  
زمین و آسمان کی محفلوں میں صبح اور شام پھرتے رہے  
مئے توحید کو لے کر صفت جام پھرے  
توحید کی شراب کو لے کر جام کی طرح گردش کرتے رہے  
اور معلوم ہے تجھ کو، کبھی ناکام پھرے  
اور تجھے یہ بھی علم ہے کہ ہم کبھی ناکام و نامراد لوٹے

دشت تو دشت ہے، دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے

جنگل ہی نہیں بلکہ دریاؤں کو بھی ہم نے نہیں چھوڑا

بحر ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

ظلمات کے سمندر (بحر اوقیانوس) میں بھی ہم نے اپنے گھوڑوں کو دوڑا دیا

صفحہ دہر سے باطل کو مٹایا ہم نے  
دنیا کے ورق سے ہم نے باطل کو مٹا دیا  
نوع انساں کو غلامی سے چھڑایا ہم نے  
انسانوں کی ذات کو غلامی سے نجات دلائی  
تیرے کعبے کو جبینوں سے بسایا ہم نے  
تیرے کعبے کو ہم نے اپنی پیشانی کے سجدوں سے سجا دیا  
اور تیرے قرآن کو بھی سینے سے لگائے رہے

پھر بھی ہم سے یہ گلہ ہے کہ وفادار نہیں

پھر بھی ہم سے یہ شکایت کیوں کہ ہم وفادار نہیں ہیں

ہم وفادار نہیں تو بھی تو دلدار نہیں

اگر ہم وفادار نہیں ہیں تو تو بھی تو دلوں کو تھامنے والا نہیں

امتیں اور بھی ہیں، ان میں گنہگار بھی ہیں  
جہاں میں اور بھی امتیں ہیں ان میں گناہ کرنے والے بھی ہیں  
عجز والے بھی ہیں، مست مئے پندار بھی ہیں  
ان میں عاجزی کرنے والے اور شراب فکر کے متوالے بھی ہیں  
سیٹکڑوں ہیں کہ ترے نام سے بیزار بھی ہیں  
اور ان میں سیٹکڑوں ایسے بھی ہیں جو تیرے نام سے بیزار ہیں

رحمتیں ہیں تری اغیار کے کاشانوں پر

لیکن تیری رحمتیں غیروں کے کاشانوں پر برستی ہیں

برق گرتی ہے تو بیچارے مسلمانوں پر

اور اگر بجلی گرتی ہے تو صرف قابلِ رحم مسلمانوں پر



بت صنم خانوں میں کہتے ہیں مسلمان گئے  
مندروں کے بت کہتے ہیں کہ مسلمان چلے گئے  
ہے خوشی ان کو کہ کعبے کے نگہبان گئے  
ان کو اس بات کی خوشی ہے کہ کعبے کی نگہبانی کرنے والے گئے  
اپنی بغلوں میں دبائے ہوئے قرآن گئے  
اور وہ اپنی بغل میں قرآن بھی دبا کر چلے گئے  
دنیاوی منزل کے راستوں سے اونٹوں کو نغمہ سنانے والے گئے

**خندہ زن کفر ہے احساس تجھے ہے کہ نہیں**

اس بات پر کفر مسکراتا ہے، اس کا احساس تجھے ہے کہ نہیں

**اپنی توحید کا کچھ پاس تجھے ہے کہ نہیں**

تجھے اپنی وحدانیت کا لحاظ ہے کہ نہیں

یہ شکایت نہیں، ہیں ان کے خزانے معمور  
ہمیں یہ شکایت نہیں ہے کہ ان کے خزانے کیوں بھرے ہیں  
قہر تو یہ ہے کہ کافر کو ملیں حور و قصور  
یہ کتنے غضب کی بات ہے کافروں کو حسینائیں اور محلات ملیں  
نہیں محفل میں جنہیں بات بھی کرنے کا شعور  
جن کو محفل میں بات کرنے کی بھی تمیز نہیں ہے  
اور بے چارے مسلمان کو فقط وعدہ حور!  
اور بے چارے مسلمانوں کو صرف حور کے ملنے کا وعدہ

**اب وہ الطاف نہیں، ہم پہ عنایات نہیں**

اب ہم پر تیرے وہ کرم اور ہم پر تیری مہربانیاں نہیں

**بات یہ کیا ہے کہ پہلی سی مدارات نہیں؟**

آخر اس میں کیا بات ہے کہ ہماری پہلے جیسے خاطر داری نہیں

کیوں مسلمانوں میں ہے دولت دنیا نایاب  
دنیا کی دولت مسلمانوں کے پاس کیوں نہیں ہے  
تیری قدرت تو ہے وہ جس کی نہ حد ہے نہ حساب  
جبکہ تیری قدرت کی دین کی کوئی حد نہ حساب ہے  
رہرو دشت ہو سیل زدہ موج سراب  
دشت و صحرا میں چلنے والے سراب کی موج سے سیلاب لیں  
اگر تو چاہے تو اٹھے سینہ صحرا سے حباب  
اگر تو چاہے تو ریگستان کے سینے سے پانی کے بلبلے اٹھیں

**طعن اغیار ہے، رسوائی ہے، ناداری ہے**

ہم پر غیروں کی طعنہ کشی ہے، بدنامی ہے اور غربت ہے

**کیا ترے نام پہ مرنے کا عوض خواری ہے**

کیا تیرے نام پر مرنے والوں کا معاوضہ صرف ذلت ہے



بنی اغیار کو اب چاہنے والی دنیا رہ گئی اپنے لئے ایک خیالی دنیا!  
 دنیا اب غیروں کو چاہنے والی بن گئی ہے  
 ہم تو رخصت ہوئے اوروں نے سنبھالی دنیا  
 اور ہمارے لئے صرف ایک خیالی دنیا رہ گئی ہے  
 ہم اپنی ذمہ داریوں سے دور ہو گئے تو دوسروں نے دنیا سنبھالی  
 پھر نہ کہنا ہوئی توحید سے خالی دنیا!  
 پھر یہ نہ کہنا کہ توحید سے دنیا خالی ہو گئی ہے

ہم تو جیتے ہیں کہ دنیا میں ترا نام رہے  
 ہم صرف اس لئے جی رہے ہیں کہ دنیا میں تیرا نام باقی رہے  
 کہیں ممکن ہے کہ ساقی نہ رہے جام رہے  
 یہ کہاں سے ممکن ہے کہ ساقی غائب ہو جائے اور جام رہ جائیں

تیری محفل بھی گئی چاہنے والے بھی گئے  
 تیری بندگی کی محفل نہیں رہی تو تیرے چاہنے والے چلے گئے  
 شب کی آپیں بھی گئیں صبح کے نالے بھی گئے  
 دل تجھے دے بھی گئے اپنا صلہ لے بھی گئے  
 ان کے ساتھ رات کی آہ و زاری اور سویرے کی پکار بھی گئی  
 اپنے دل کے جذبے دے گئے اور اس کا صلہ بھی لے گئے  
 آکے بیٹھے بھی نہ تھے اور نکالے بھی گئے  
 مگر ابھی آکر اقتدار کی محفل میں بیٹھے نہیں تھے کہ نکال دیئے گئے

آئے عشاق گئے وعدہ فردا لے کر  
 تیرے عاشق آئے اور مستقبل کا وعدہ لے کر چلے گئے  
 اب انھیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لے کر  
 اب ان کو کوئی رخ کا چراغ لے کر ڈھونڈ

درد لیلیٰ بھی وہی، قیس کا پہلو بھی وہی  
 لیلیٰ کا درد بھی وہی ہے اور مجنوں کی تڑپ کا پہلو بھی وہی  
 نجد کے دشت و جبل میں رم آہو بھی وہی  
 علاقہ نجد کے جنگل اور پہاڑ میں ہرنوں کا چرنا بھی وہی  
 امت احمد مرسل بھی وہی تو بھی وہی  
 عشق کا دل بھی وہی حسن کا جادو بھی وہی  
 احمد مرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی امت بھی وہی ہے اور تو بھی وہی  
 عشق کے دلی جذبات بھی وہی اور حسن کی جادوگری بھی وہی

پھر یہ آزر دگی غیر سبب کیا معنی؟  
 تو پھر یہ بلا وجہ کا رنج و غم کیا معنی رکھتا ہے  
 اپنے شیداؤں پہ یہ چشم غضب کیا معنی؟  
 اور اپنے چاہنے والوں پر تیرے غضب کی آنکھ کیوں ہے



تجھ کو چھوڑا کہ رسول عربی کو چھوڑا؟ بت گری پیشہ کیا، بت شکنی کو چھوڑا؟

ہم نے تجھ کو چھوڑا کہ تیرے عربی رسول کو بھلایا ہم نے بت بنانے کا پیشہ اختیار کیا یا بتوں کو توڑنا چھوڑ دیا

عشق کو، عشق کی آشفۃ سری کو چھوڑا رسم سلمانؑ و اولیس قرنیؑ کو چھوڑا؟

عشق کو اور اس کی خوش فکری کو چھوڑا یا سلمانؑ اور اولیس قرنیؑ رضی اللہ تعالیٰ کی جیسی محبت سے انحراف کیا

**آگ تکبیر کی سینوں میں دبی رکھتے ہیں**

ہم اب بھی تیری بڑائی کی آگ کو اپنے سینوں میں محفوظ رکھتے ہیں

**زندگی مثل بلال حبشی رکھتے ہیں**

اور اپنی زندگی بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی مثالی رکھتے ہیں

عشق کی خیر، وہ پہلی سی ادا بھی نہ سہی جادہ پیائی و تسلیم و رضا بھی نہ سہی

ہم یہ جانتے ہیں کہ تیرے لئے ہماری چاہت پہلے جیسی نہیں ہے جادہ پیائی اور تسلیم و رضا کا عالم پہلے جیسا نہیں ہے

مضطرب دل صفت قبلہ نما بھی نہ سہی اور پابندی آئین وفا بھی نہ سہی

قبلہ نما کی طرح ہمارا دل پہلے جیسا مضطرب نہیں ہے اور ہم تیرے احکامات کو پہلے کی طرح نہیں مانتے

**کبھی ہم سے کبھی غیروں سے شناسائی ہے**

لیکن تیری توجہ بھی تو کبھی ہم پر اور کبھی غیروں پر ہے

**بات کہنے کی نہیں تو بھی تو ہرجائی ہے**

یہ بات کہنا تو نہیں چاہئے مگر لگتا ہے تو بھی ہرجائی ہے

سر فاراں پہ کیا دین کو کامل تو نے اک اشارے میں ہزاروں کے لئے دل تو نے

فاراں (مکہ مدینہ) کی چوٹیوں پر تو نے دین کی تکمیل کی تیرے نبیؐ کے اک اشارے میں تو نے ہزاروں کے دل لے لئے

آتش اندوز کیا عشق کا حاصل تو نے پھونک دی گرمی رخسار سے محفل تو نے

تیرے لئے ہماری چاہت کے حاصل کو گرمی الفت دی اور ہماری محفل کو جمال کی گرمی سے پھونک دیا

**آج کیوں سینے ہمارے شرر آباد نہیں؟**

پھر آج ہمارے سینے ان شعلوں سے آباد کیوں نہیں ہیں

**ہم وہی سوختہ ساماں ہیں تجھے یاد نہیں؟**

ہم وہی دل جلے ہیں کیا تجھے یہ یاد نہیں ہے



وادیٰ نجد میں وہ شورِ سلاسل نہ رہا

آج نجد کی وادی میں بیڑیوں اور زنجیروں کا وہ شور نہیں

حوصلے وہ نہ رہے، ہم نہ رہے، دل نہ رہا

ہمارے پہلے جیسے حوصلے نہ رہے کہ ہم وہ نہیں رہے نہ ہمارا دل ویسا رہا

قیس دیوانہ نظارہٴ محمل نہ رہا

آج مجنوں بھی لیلیٰ کی محمل کے نظارے کا دیوانہ نہیں

گھر یہ اجڑا ہے کہ تو رونق محفل نہ رہا

یہ گھر اس لئے اجڑ گیا کہ اس میں تیری یاد کی رونق نہیں

اے خوش آں روز کہ آئی وہ بصد ناز آئی

یہ خوشگوار دن ہے کہ وہ آئی تو سینکڑوں ناز کے ساتھ آئی

بے حجابانہ سوئے محفل ما باز آئی

اور بے جھجک میری محفل میں آنے سے رک گئی

سنتے ہیں جام بکفِ نغمہ کو کو بیٹھے

اور وہ اپنے ہاتھوں میں جام لے کر بیٹھے پرند کی کو کو سنتے ہیں

تیرے دیوانے بھی ہیں منتظر ہو بیٹھے

اور اے خدا تیرے دیوانے بھی نعرہٴ ہو کی صدا کے منتظر بیٹھے ہیں

بادہ کش غیر ہیں گلشن میں لب جو بیٹھے

پینے والے دوسرے لوگ ہیں جو گلشن میں نہر کنارے بیٹھے ہیں

دور ہنگامہٴ گلزار سے یک سو بیٹھے

باغ کے ہنگامے سے دور وہ یک سوئی سے اک جگہ بیٹھے ہیں

اپنے پروانوں کو پھر ذوق خود افروزی دے

پھر تو اپنے پروانہ وار چاہنے والوں کو خود جل جانے کا شوق دے

برقِ دیرینہ کو فرمانِ جگر سوزی دے

اور پرانی بجلیوں کو ہمارے دل جگر جلا دینے کا حکم دے

لے اڑا بلبل بے پر کو مذاق پرواز

وہ بلبل جس کے پر نہیں ہیں اس کو اس کا جذبہٴ پرواز لے اڑا

تو ذرا چھیڑ تو دے تشنہٴ مضرب ہے ساز

اس لئے تو اسے چھیڑ دے جو ساز مضرب کا پیاسہ ہے

قوم آوارہ عنایں تاب ہے پھر سوئے حجاز

ایک آوارہ قوم پھر اپنی مرضی کی لگام تھامے حجاز کے سمت چلی

مضطرب باغ کے ہر غنچے میں ہے بوئے نیاز

باغ کے ہر غنچے میں نیاز مندی کی بو سے جو بے چینی ہے

نغمے بیتاب ہیں تاروں سے نکلنے کے لئے

اس لئے کہ نغمے بے تاب ہیں کہ وہ ساز کے تاروں سے نکلیں

طور مضطر ہے اسی آگ میں جلنے کے لئے

اور کوہ طور بھی اسی آگ میں پھر جلنے کو بے چین ہے



مشکلیں امت مرحوم کی آساں کردے  
جس قوم کے جذبات مردہ ہو گئے اس کی مشکلیں آساں کردے  
جنس نایاب محبت کو پھر ارزاں کردے  
وہ محبت کی جنس جو نایاب ہو گئی ہے اسے پھر سستی کردے  
مور بے مایہ کو ہمدوش سلیمان کردے  
اور اس بے قیمت مور کو سلیمان علیہ السلام کے نزدیک کردے  
ہند کے دیر نشینوں کو مسلمان کردے  
اور ہندوستان کے بت پرستوں کو مسلمان کردے

جوئے خوں می چکداز حسرت دیرینہ ما

ہماری پرانی حسرتوں کا خون سوکھ چکا ہے

می تپد نالہ بہ نشتر کدہ سینہ ما

اور مجھے پتہ ہے ہمارے سینے کا خون پی کر نشتر بھی سوکھ چکا

بوئے گل لے گئی بیرون چمن، راز چمن  
پھول کی خوشبو چمن کے راز کو چمن سے باہر لے گئی  
عہد گل ختم ہوا، ٹوٹ گیا ساز چمن  
پھولوں کا دور ختم ہوا اور چمن کا نظام ٹوٹ گیا  
کیا قیامت ہے کہ خود پھول ہیں غماز چمن  
اور کیا غضب کی بات ہے کہ خود پھول چغلی کھا رہے ہیں  
اڑ گئے ڈالیوں سے زمزمہ پرواز چمن  
اور ڈالیوں سے پرواز کی صدا دینے والے چمن سے اڑ گئے

ایک بلبل ہے کہ ہے محو ترنم اب تک

مگر صرف ایک بلبل ہے جو ترنم سے نغمے گا رہی ہے ابھی تک

اس کے سینے میں ہے نغموں کا تلاطم اب تک

اور اس کے سینے میں نغموں کا اب تک جوش مچل رہا ہے

قمریاں شاخ صنوبر سے گریزاں بھی ہوئیں  
قمریاں (چھوٹی چڑیاں) صنوبر کی شاخ سے بیزار ہو گئیں  
وہ پرانی روشیں باغ کی ویراں بھی ہوئیں  
اور باغ کے وہ پرانے راستے ویران ہو گئے  
پیتاں پھول کی جھڑ جھڑ کے پریشاں بھی ہوئیں  
پھول کی پیتاں جھڑ جھڑ کے بکھر گئیں  
ڈالیاں پیرہن برگ سے عریاں بھی ہوئیں  
درختوں کی ڈالیاں پتوں کا لباس نہ ہونے سے نکلی ہو گئیں

قید موسم سے طبیعت رہی آزاد اس کی

اس کی طبیعت موسم کی قید سے آزاد رہی

کاش گلشن میں سمجھتا کوئی فریاد اس کی

اے کاش کہ گلشن میں کوئی اس کی فریاد سمجھنے والا ہوتا



لطف مرنے میں ہے باقی نہ مزہ جینے میں  
 کچھ مزا ہے تو یہی خون جگر پینے میں  
 نہ مرنے میں کوئی مزہ باقی ہے نہ مزہ جینے میں ہے  
 اگر کچھ مزہ باقی ہے تو صرف جگر کا خون پینے میں ہے  
 کتنے بیتاب ہیں جو ہر مرے آئینے میں  
 کس قدر جلوے تڑپتے ہیں مرے سینے میں  
 میرے آئینے کے جوہر کتنے بے چین ہیں  
 اور میرے سینے میں کتنے جلوے تڑپ رہے ہیں  
 اس گلستاں میں کوئی دیکھنے والے ہی نہیں

مگر اس گلستاں میں انھیں کوئی دیکھنے والا نہیں ہے  
 داغ جو سینے میں رکھتے ہوں وہ لالے ہی نہیں  
 وہ لالہ کے پھول جو اپنے سینے میں داغ رکھتے تھے موجود نہیں

چاک اس بلبل تنہا کی نوا سے دل ہوں  
 جاگنے والے اسی بانگ درا سے دل ہوں  
 اس تنہا بلبل کی درد بھری صدا سے دل چاک ہوں  
 اور اس کارواں کے گھنٹے کی آواز سے جاگنے والے دل ہوں  
 یعنی پھر زندہ نئے عہد وفا سے دل ہوں  
 پھر اسی بادۂ دیرینہ کے پیاسے دل ہوں  
 یعنی اس نئے عہد سے وفا کرنے پھر دل زندہ ہوں  
 اور اسی پرانی شراب کے دل پیاسے ہوں  
 عجمی خم ہے تو کیا، مئے تو حجازی ہے مری

ہمارے شراب کے مٹکے عجمی (باہر کے) ہیں تو کیا ہوا ان میں میری شراب تو حجازی ہے  
 نغمہ ہندی ہے تو کیا، لے تو حجازی ہے مری  
 میرا نغمہ ہندوستانی ہے تو کیا اس میں لے تو میری حجاز والی ہے



ہے زندہ فقط وحدت افکار سے ملت  
 وحدت ہو فنا جس سے وہ الہام بھی الہاد

ہے ہند میں ملا کو جو سجدے کی اجازت  
 ناداں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد



## جواب شکوہ

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے  
جو بھی حق بات دل کی گہرائی سے نکلتی ہے اثر انداز ہوتی ہے  
قدسی الاصل ہے، رفعت پہ نظر رکھتی ہے  
جب اس کی بنیاد پاکیزگی ہے تو وہ بلندی پر ہی نظر رکھتی ہے

پر نہیں، طاقت پرواز مگر رکھتی ہے  
اس کے پر نہ ہوتے ہوئے بھی وہ پرواز کی طاقت رکھتی ہے  
خاک سے اٹھتی ہے گردوں پہ گزر رکھتی ہے  
وہ زمیں کی خاک سے اٹھتی ہے اور آسمانوں سے گزرتی ہے

عشق تھا فتنہ گرد سرکش و چالاک مرا

میری چاہت جھگڑالو، باغی اور چالاک تھی

آسمان چیر گیا نالہ بیباک مرا

مگر میرے دل سے نکلا ہوا بیباک نالہ آسمان کو چیر گیا

پیر گردوں نے کہا سن کے، کہیں ہے کوئی!

آسمان کے مرشد (خدا) نے کچھ سن کے کہا کہ کہیں کوئی ہے

چاند کہتا تھا نہیں، اہل زمیں ہے کوئی!

اور چاند یہ کہہ رہا تھا، نہیں وہ تو کوئی زمین کا رہنے والا ہے

بولے سیارے، سر عرش بریں ہے کوئی!

اور سیاروں نے بھی یہ کہا کہ کوئی ہے جو آسمان کے پرے ہے

کہکشاں کہتی تھی، پوشیدہ یہیں ہے کوئی!

اور کہکشاں بھی کہتی تھی کہ کوئی یہیں کہیں چھپا ہوا ہے

کچھ جو سمجھا تو مرے شکوے کو رضواں سمجھا

اگر میری شکایت اور گلے کو کوئی سمجھ پائے تو وہ رضواں تھے

مجھے جنت سے نکالا ہوا انساں سمجھا

وہ پہچان گئے کہ میں وہی جنت سے نکالا ہوا آدم ہوں



تھی فرشتوں کو بھی حیرت کہ یہ آواز ہے کیا؟

فرشتوں کو بھی حیرت تھی کہ ان کے آنے کی یہ کیسی آواز ہے

تاسر عرش بھی انساں کی تگ و تاز ہے کیا؟

آسمان کی بکراں بلند یوں تک پہنچنے کی انساں کی یہ کیسی جدوجہد ہے

عرش والوں پہ بھی کھلتا نہیں یہ راز ہے کیا؟

اور آسمان والے سمجھ نہیں پائے کہ یہ کیا راز ہے

آگنی خاک کی چٹکی کو بھی، پرواز ہے کیا؟

کیا مٹی کی ایک چٹکی سے بنے انسان کو اتنا اونچا اڑنا آگیا

**غافل آداب سے سگانِ زمیں کیسے ہیں**

اس ذاتِ اقدس کے ادب اور لحاظ کو یہ اس زمیں کے رہنے والے بھول گئے

**شوخی و گستاخ یہ پستی کے مکین کیسے ہیں**

یہ زمیں کی پستیوں میں رہنے والے ان کی شان میں کیسی شرارت اور گستاخی کر رہے ہیں

**اس قدر شوخی کہ اللہ سے بھی برہم ہے**

اس قدر شریر ہیں کہ خدا سے بھی ناراض ہیں

**عالم کیف ہے، دانائے رموزِ کم ہے**

یہ مستی میں ڈوبے ہیں اس لئے دانائیِ راز سے کم واقف ہیں

**تھا جو مسجود ملائک، یہ وہی آدم ہے**

کیا جانتے نہیں کہ جس کو فرشتوں نے سجدہ کیا یہ وہی آدم ہے

**ہاں! مگر عجز کے اسرار سے نامحرم ہے**

ہاں مگر یہی چاہت کی باریکیوں سے ناواقف ہیں

**ناز ہے طاقتِ گفتار پہ انسانوں کو**

اپنی بکواس کی طاقت پر انسانوں کو ناز ہے

**بات کرنے کا سلیقہ نہیں نادانوں کو**

ایسے نادان ہیں کہ ان کو بات کرنے کا سلیقہ بھی نہیں

**آئی آواز! غم انگیز ہے افسانہ تیرا**

یہ آسمان سے آواز آئی کہ تیری کہانی درد بھری ہے

**آسمان گیر ہوا نالہ مستانہ تیرا**

تیرا مست و بے خود ہو کر نکالا ہوا نالہ آسمان کو چھو گیا

**اشک بے تاب ہے لبریز ہے پیمانہ تیرا**

تیری آنکھوں کا پیمانہ بے چین آنسوؤں سے بھرا ہوا ہے

**کس قدر شوخی زباں ہے دل دیوانہ تیرا**

تیرے دل کی دیوانگی کیسی شرارت بھری زباں رکھتی ہے

**شکر شکوے کو کیا حسن ادا سے تو نے**

اے بنی تو نے اپنے شکوے کو کس خوبصورتی سے شکر میں بدل دیا

**ہم سخن کر دیا بندوں کو خدا سے تو نے**

اور اپنے امتی کو اس قابل کر دیا کہ وہ خدا کے سامنے خود بیانی کر لے



ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں

ہم تو مہربانی کرنے پر راضی ہیں مگر کوئی سوال کرنے والا نہیں

تربیت عام تو ہے، جوہر قابل ہی نہیں

تعلیم اور تربیت کا نظام عام ہے مگر کسی میں صلاحیت کا جوہر نہیں

راہ دکھلائیں کسے رہوئے منزل ہی نہیں

ہم کسے راہ دکھائیں کوئی منزل کی طرف جانے والا ہی نہیں

جس سے تعمیر ہو آدم کی یہ وہ گل ہی نہیں

جس سے از سر نو ایک اچھے انسان کی تعمیر ہو یہ وہ مٹی نہیں

کوئی قابل ہو تو ہم شان کئی دیتے ہیں

اگر کوئی لائق اور باصلاحیت ہو تو ہم کئی طرح اس کی عزت افزائی کرتے ہیں

ڈھونڈنے والوں کو دنیا بھی نئی دیتے ہیں

اگر کوئی تلاش کرنے والا ہو تو ہم اسے نت نئی دنیا دیتے ہیں

امتی باعث رسوائی پیغمبر ہیں

آج کے امتی کا ایسا کردار ہے کہ وہ پیغمبر کو رسوا کرنے کا سبب ہے

تھا براہیم پدر اور پسر آزر ہیں

ابراہیم علیہ السلام تو باپ تھے، آج ان کے بیٹے آزر صفت ہیں

ہاتھ بے زور ہیں، الحاد سے دل خوگر ہیں

ہمارے ہاتھ کمزور ہیں اور ہمارے دل خدا کو نہ ماننے کے عادی ہیں

بت شکن اٹھ گئے، باقی جو رہے بت گر ہیں

آج بتوں کو توڑنے والے اٹھ گئے جو بچے وہ بت بنانے والے ہیں

بادہ آشام نئے، بادہ نیا، خم بھی نئے

آج پینے والے نئے ہیں، شراب نئی ہے اور شراب کے مٹکے بھی نئے

حرم کعبہ نیا، بت بھی نئے، تم بھی نئے

آج کعبہ کا حرم نیا ہے تو اس میں بت نئے ہیں اور تم بھی نئے ہو

نازش موسم گل لالہ صحرائی تھا

صحرائی لالہ بھی ایسے تھے کہ وہ پھولوں کے موسم پر ناز کرتے تھے

کبھی محبوب تمہارا یہی ہرجائی تھا

اے پروردگار کبھی تیرا محبوب یہی ہرجائی انسان تھا

وہ بھی دن تھے کہ یہی مایہ رعنائی تھا

کبھی ایسے بھی دن تھے یہی خوبصورتی کا سرمایہ تھا

جو مسلمان تھا، اللہ کا سودائی تھا

جو بھی مسلمان تھا وہ صحیح معنوں میں اللہ کا دیوانہ تھا

کسی یکجائی سے اب عہد غلامی کرلو

کسی ایک جگہ بیٹھ کر اب غلام ہی رہنے کا عہد کرلو

ملت احمد مرسل کو مقامی کرلو

اور جہاں گیر احمد مرسل کی ملت کو علاقائی بنالو



کس قدر تم پر گراں صبح کی بیداری ہے

صبح اٹھ کر فجر کی نماز پڑھنا تم کو کتنا بھاری پڑتا ہے

طبع آزاد پہ قیدِ رمضاں بھاری ہے

تمہاری آزاد طبیعت پر رمضان کے روزوں کی قید بھاری ہے

ہم سے کب پیار ہے؟ ہاں نیند تمہیں پیاری ہے

تمہیں اپنے خدا سے کب پیار ہے تمہیں تو نیند پیاری ہے

تمہیں کہدو یہی آئین وفاداری ہے

تو تمہیں بتاؤ کہ کیا وفاداری نبھانے کا یہی دستور ہے

قومِ مذہب سے ہے، مذہب جو نہیں، تم بھی نہیں

قوم کی شناخت مذہب سے ہے، اگر مذہب نہیں ہے تو تم بھی کچھ نہیں ہو

جذبِ باہم جو نہیں، محفلِ انجم بھی نہیں

اگر آپس میں میل جول کا جذبہ نہیں تو تاروں کے جھگھٹ کی طرح تمہاری محفل نہیں

جن کو آتا نہیں دنیا میں کوئی فن، تم ہو

جن کو دنیا میں علم و ہنر اور کوئی فن نہیں آتا وہ تم ہو

بجلیاں جس میں ہوں آسودہ وہ خرمن! تم ہو

جن پر ہر وقت بجلیاں گر کر سکون پاتی ہیں وہ ٹھکانے تم ہو

نہیں جس قوم کو پروائے نشیمن تم ہو

جس قوم کو اپنے گھروں اور آشیانوں کے بچانے کی پروا نہیں وہ تم ہو

بیچ کھاتے ہیں جو اسلاف کے مدفن، تم ہو

جو اپنے بزرگوں کے مقبرے اور مزار بیچ کھاتے ہیں وہ تم ہو

ہو نگو نام جو قبروں کی تجارت کر کے

جو تم قبروں کی تجارت کر رہے ہو اس کے لئے بدنام ہو

کیا نہ بیچو گے؟ جو مل جائیں صنم پتھر کے

تو پھر کیا تم پتھر کے بت ملیں تو ان کو بھی نہیں بیچو گے

صفحہ دہر سے باطل کو مٹایا کس نے؟

اس دنیا کے صفحے سے جھوٹ اور باطل کو کس نے مٹایا

میرے کعبے کو جبینوں سے بسایا کس نے؟

میرے کعبے کو اپنی پیشانی کے سجدوں سے کس نے بسایا

نوعِ انساں کو غلامی سے چھڑایا کس نے؟

بنی نوعِ انسان کو غلامی سے کس نے نجات دی

میرے قرآن کو سینے سے لگایا کس نے؟

اور میرے بھیجے گئے قرآن کو کس نے سینے سے لگایا

تھے تو آبا وہ تمہارے ہی، مگر تم کیا ہو؟

یہ تمہارے باپ دادا کی خوبیاں تھیں، مگر تم کیا ہو

ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظرِ فردا ہو!

کہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے مستقبل کے منتظر ہو



شکوہ بے جا بھی کرے کوئی تو لازم ہے شعور

اگر کوئی جھوٹی شکایت بھی کرے تو سمجھ ضروری ہے

مسلم آئیں ہوا کافر تو ہے حور و قصور

مسلم کا دستور کافر ہوا تو اس کے لئے حسنا کیں اور محلات ہیں

کیا کہا؟ بہر مسلمان ہے فقط وعدہ حور

شکایت کے طور پر کیا کہا کہ مسلمان کے لئے فقط حور کا وعدہ ہے

عدل ہے فاطر ہستی کا ازل سے دستور

ابتداء سے ہی ہستیوں کو وجود میں لانے والے کا دستور انصاف ہے

تم میں حوروں کا کوئی چاہنے والا ہی نہیں

تم لوگوں میں حسین عورتوں کو کوئی چاہنے والا نہیں ہے

جلوہ طور تو موجود ہے موسیٰ ہی نہیں

کوہ طور کا جلوہ تو موجود ہے مگر کوئی موسیٰ نہیں ہے

ایک ہی سب کا نبی، دین بھی، ایمان بھی ایک

سب کا ایک ہی نبی ہے تو دین بھی ایمان بھی ایک ہے

کچھ بڑی بات تھی، ہوتے جو مسلمان بھی ایک

تو اس میں کچھ بڑی بات نہیں تھی کہ مسلمان بھی ایک ہوتے

منفعت ایک ہے اس قوم کی نقصان بھی ایک

اس قوم کا فائدہ بھی ایک ہے نقصان بھی ایک ہے

حرم پاک بھی، اللہ بھی، قرآن بھی ایک

حرم پاک ایک ہے اللہ بھی ایک ہے قرآن بھی ایک

فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں!

مسلمانوں میں کہیں فرقہ بندی ہے تو کہیں الگ الگ ذاتیں ہیں

کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں؟

اگر ایسا ہے تو کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں؟

مصلحت وقت کی ہے کس کے عمل کا معیار

کس کے عمل کا معیار مصلحت وقت کے مطابق ہے

ہوگئی کس کی نگہ طرزِ سلف سے بیزار

اور وہ کس کی نگاہ ہے جو اپنے بزرگوں کے طریقے سے بیزار ہے

کون ہے تارکِ آئینِ رسولِ مختار

وہ کون ہے جو رسولِ مختار ﷺ کے دستور کو ترک کرنے والا ہے

کس کی آنکھوں میں سمایا ہے شعارِ اغیار

کس کی آنکھوں میں غیر لوگوں کا طریقہ زندگی سمایا ہے

قلب میں سوز نہیں، روح میں احساس نہیں

دلوں میں گرماہٹ نہیں ہے اور روح احساس سے خالی ہے

کچھ بھی پیغام محمدؐ کا تمہیں پاس نہیں

کیا تمہیں محمد ﷺ کے پیغام کا کچھ بھی پاس نہیں ہے



جا کے ہوتے ہیں مساجد میں صف آرا، تو غریب  
 اگر مسجدوں میں جا کر نمازیں پڑھتے ہیں تو صرف غریب لوگ  
 نام لیتا ہے اگر کوئی ہمارا، تو غریب  
 اگر کوئی ہمارا نام لیتے ہیں تو صرف غریب لوگ  
 زحمتِ روزہ جو کرتے ہیں گوارہ، تو غریب  
 اور روزہ رکھنے کی جو زحمت گوارہ کریں تو صرف غریب  
 پردہ رکھتا ہے اگر کوئی تمہارا، تو غریب  
 اور تمہارے عیبوں کا کوئی پردہ رکھتا ہے تو صرف غریب لوگ

امرا نشہ دولت میں ہیں غافل ہم سے

امیر لوگ دولت کے نشے میں ہم کو بھولے ہوئے ہیں  
 زندہ ہے ملت بیٹا غربا کے دم سے  
 اگر یہ روشن ملت زندہ ہے تو غریبوں کے دم سے ہے

واعظ قوم کی وہ پختہ خیالی نہ رہی  
 قوم کے مولوی اور واعظ میں وہ پہلے جیسی پختہ خیالی نہیں رہی  
 برق طبعی نہ رہی، شعلہ مقامی نہ رہی  
 بجلی جیسی طبیعت نہیں رہی اور شعلہ بیانی نہیں رہی  
 رہ گئی رسم اذان، روح بلائی نہ رہی  
 صرف اذان کی رسم رہ گئی اس میں بلائی روح نہیں رہی  
 فلسفہ رہ گیا، تلقینِ غزالی نہ رہی  
 صرف فلسفہ رہ گیا اس میں امام غزالی جیسی نصیحت نہیں رہی

مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے

مسجدیں رو رہی ہیں کہ ان میں نمازی نہیں رہے  
 یعنی وہ صاحبِ اوصافِ حجازی نہ رہے  
 یعنی اعلیٰ صفات رکھنے والے حجازی (مکی مدنی) نہیں رہے

شور ہے ہو گئے دنیا سے مسلمان نابود  
 چاروں طرف شور ہے کہ دنیا سے مسلمان مٹ گئے  
 ہم یہ کہتے ہیں کہ تھے بھی کہیں مسلم موجود؟  
 ہم تو یہ کہتے ہیں کیا مسلم کہیں موجود بھی تھے؟  
 یہ مسلمان ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود!  
 یہی وہ مسلمان ہیں جن کو دیکھ کر یہودی بھی شرماتے ہیں  
 یوں تو سید بھی ہو، مرزا بھی ہو، افغان بھی ہو  
 یوں تو تم سید بھی کہلاتے ہو، مرزا بھی ہو اور افغان بھی ہو  
 تم سبھی کچھ ہو، بتاؤ کہ، مسلمان بھی ہو  
 تم یہ سب کچھ ہو لیکن بتاؤ کیا تم مسلمان بھی ہو



دمِ تقریر تھی مسلم کی صداقت بے باک  
تقریر کرتے ہوئے مسلم کی سچائی بے باک تھی  
شجرِ فطرتِ مسلم تھا حیا سے نمناک  
مسلم کی فطرت کا درخت حیا کی نمی سے گیلا تھا  
عدل اس کا تھا قوی، لوٹ مراعات سے پاک  
اس کا انصاف مضبوط تھا اور اقربا پروری سے پاک تھا  
تھا شجاعت میں وہ اک ہستی فوق الادراک  
اور بہادری میں عقل سے باہر کوئی ہستی مانا جاتا تھا

خود گذاریِ نم کیفیتِ صہبائش بود

تیرے اخلاقی برتاؤ میں خمار کی ٹھنڈی کیفیت ہونی چاہئے

خالی از خویش شدن صورت مینائش بود

تیرا ذہن خالی نہیں ہونا چاہئے اگرچہ مینا خالی ہو جائے

ہر مسلمان رگِ باطل کے لئے لشکر تھا  
پہلے ہر مسلمان جھوٹ (باطل) کی صفوں کے مقابل ایک لشکر تھا  
جو بھروسہ تھا اسے قوتِ بازو پر تھا  
اگر اسے بھروسہ تھا صرف اپنے بازو کی طاقت پر تھا  
اس کے آئینہ ہستی میں عمل جوہر تھا  
اس کی زندگی کے آئینے کا جوہر عمل تھا  
ہے تمہیں موت کا ڈر، اس کو خدا کا ڈر تھا  
تمہیں تو موت کا ڈر ہے اسے صرف خدا کا ڈر تھا

باپ کا علم نہ بیٹے کو اگر ازبر ہو

باپ کا علم اگر بیٹے کو یاد نہیں ہو

پھر پسر قابلِ میراث پدر کیوں کر ہو؟

تو اس بیٹے کو اس کے باپ کی میراث کیوں ملنی چاہئے

ہر کوئی مست مئے ذوقِ تن آسانی ہے  
ہر کوئی کاہلی اور تن آسانی کی خواہش میں مست ہے  
حیدری فقر ہے، نے دولت عثمانی ہے  
نہ علی حیدر جیسی فقیری ہے نہ عثمان غنی جیسی دولت مندی  
تم مسلمان ہو؟ یہ اندازِ مسلمانی ہے؟  
کیا تم مسلمان ہو؟ کیا یہی اندازِ مسلمانی ہے؟  
تم کو اسلاف سے کیا نسبت روحانی ہے؟  
تو تم کو اپنے بزرگوں سے کیا روحانی نسبت ہے؟

وہ زمانے میں معزز تھے مسلمان ہو کر

وہ لوگ مسلمان ہو کر زمانے میں عزت والے تھے

اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآن ہو کر

اور قرآن کو چھوڑ کر تم ذلیل و خوار ہوئے



تم ہو آپس میں غضب ناک وہ آپس میں رحیم  
 تم آپس میں غصے سے لڑتے ہو اور وہ آپس میں مہربان تھے  
 تم خطا کرنے والے اور خطا دیکھنے والے اور وہ خطا کو چھپانے والے کریم  
 پہلے ویسا کوئی پیدا تو کرے قلب سلیم!  
 مگر پہلے کوئی ویسا سادہ مزاج دل تو پیدا کرے

تحت فغفور بھی ان کا تھا سر یہ گئے بھی

مغفرت والا تحت بھی ان کا تھا اور کتنی حکومت بھی

یوں ہی باتیں ہیں کہ، تم میں وہ حمیت ہے بھی؟

تم یوں ہی باتیں کرتے ہو کہ تم میں وہ شرم و غیرت بھی ہے

خودکشی شیوہ تمہارا، وہ غیور و خوددار  
 تم تو خودکشی کر لیتے ہو اور وہ غیرت والے اور خوددار  
 تم بھائی چارے سے دور بھاگتے ہو اور وہ بھائی چارے پر قربان  
 تم ترستے ہو کلی کو، وہ گلستان بکنار  
 تم تو سر اسر بکواس کرتے ہو اور وہ پورے کردار میں ڈھلے ہوئے

اب تلک یاد ہے قوموں کو حکایت ان کی

تمام قوموں کو اب تک ان کی کہانیاں یاد ہیں

نقش ہے صفحہ ہستی پہ صداقت ان کی

زندگی کے ہر صفحے پر ان کی صداقت لکھی ہوئی ہے

مثل انجم افق قوم پہ روشن بھی ہوئے  
 وہ ستاروں کی طرح قوم کے افق پر روشن بھی ہوئے  
 بُت ہندی کی محبت میں برہمن بھی ہوئے  
 ہندوستان کے بتوں کی محبت میں برہمن جیسے بھی ہو گئے  
 بے عمل تھے ہی جواں، دین سے بدظن بھی ہوئے  
 جواں تو بے عمل تھے ہی، دین سے بھی بیزار ہو گئے  
 شوق پرواز میں مہجور نشیمن بھی ہوئے  
 اپنے پرواز کے شوق میں اپنے ٹھکانوں سے ہجرت بھی کی

ان کو تہذیب نے ہر بند سے آزاد کیا

نئی تہذیب نے ان کو ہر پابندی سے آزاد کر دیا

لاکے کعبے سے صنم خانے میں آباد کیا

اور ان بتوں کو کعبے سے لاکر بتخانوں میں آباد کر دیا



قیس زحمت کش تنہائی صحرا نہ رہے      شہر کی کھائے ہوا، بادیہ پیا نہ رہے  
 مجنوں بھی اب ایسے نہیں کہ صحرائی تنہائی کی تکلیف کہیں      صرف شہر کی آبادی کی ہوا کھائے جنگل ناپنے والا نہ رہے  
 وہ تو دیوانہ ہے، بستی میں رہے یا نہ رہے      یہ ضروری ہے حجابِ رخ لیلیٰ نہ رہے  
 وہ تو پاگل ہے چاہے بستی میں رہے یا نہ رہے      آج یہ ضروری ہے کہ لیلیٰ کے چہرے پر نقاب نہ رہے  
 گلہ جو نہ ہو، شکوہ بیداد نہ ہو

ظلم کی شکایت نہ ہو اور ستم کا بھی شکوہ نہ ہو  
 عشق آزاد ہے کیوں حسن بھی آزاد نہ ہو؟

اگر چاہنے والے آزاد ہیں تو حسینوں کو بھی آزاد کیوں نہیں ہونا چاہئے

عہدِ نو برق ہے، آتشِ زنِ ہر خرمن ہے      ایمن اس سے کوئی صحرا، نہ کوئی گلشن ہے  
 نیا زمانہ بجلی کی طرح ہے جو ہر ٹھکانے کو جلا رہا ہے      اس سے کوئی ریگستاں اور کوئی گلستان محفوظ نہیں  
 اس نئی آگ کا اقوامِ کہن، ایندھن ہے      ملتِ ختمِ رسل شعلہ بہ پیراہن ہے  
 اس نئی آگ کا ایندھن پرانی قومیں اور روایات ہیں      خاتم النبیین کی ملت بھی شعلوں کا لباس پہنے ہے

آج ہو جو براہیم کا ایماں پیدا

آج اگر ہم میں بھی ابراہیم علیہ السلام جیسا ایمان پیدا ہو

آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

تو آج بھی آگ کی یہ وادی گلستان کا انداز اختیار کر سکتی ہے

دیکھ کر رنگِ چمن ہو نہ پریشاں مالی      کوکبِ غنچہ سے شاخیں ہیں چمکنے والی  
 آج حالات کا یہ رنگ دیکھ کر چمن کے مالی کو پریشاں نہیں ہونا چاہئے      غنچوں کے ستاروں سے شاخیں چمکنے والی ہیں  
 خس و خاشاک سے ہوتا ہے گلستان خالی      گل بر انداز ہے خونِ شہدا کی لالی  
 ہر طرح کے کچرے سے گلستاں خالی ہو گیا ہے      شہیدوں کے خون کی لالی پھولوں کے انداز میں بدلی

رنگِ گردوں کا ذرا دیکھ تو عنابی ہے

دیکھو تو ذرا کہ آسمان کا رنگ سرخ ہے

یہ نکلتے ہوئے سورج کی افق تاباں ہے

اس لئے کہ یہ سورج کے نکلتے وقت افق کی شفق ہے



امتیئیں گلشن ہستی میں ثمر چیدہ بھی ہیں اور محروم ثمر بھی ہیں، خزاں دیدہ بھی ہیں  
 آج امتیئیں زندگی کے چمن میں پھل بھی پا رہی ہیں اور پھلوں سے محروم بھی ہیں کہ خزاں کو دیکھ رہی ہیں  
 سینکڑوں نخل ہیں، کاہیدہ بھی، بالیدہ بھی ہیں سینکڑوں بطن چمن میں ابھی پوشیدہ بھی ہیں  
 سینکڑوں درخت ہیں جن میں کوئی کچا بھی ہے کوئی پک بھی گیا ہے اور سینکڑوں ایسے ہیں جو چمن کے بطن میں ابھی پوشیدہ ہیں  
**نخلِ اسلام نمونہ ہے برو مندی کا**

لیکن اسلام کا درخت ٹھنڈک اور خوش گواری کا نمونہ ہے  
 پھل ہے یہ سینکڑوں صدیوں کی چمن بندی کا  
 کیونکہ یہ نتیجہ سینکڑوں صدیوں کی چمن سنوارنے کی محنت کا ہے

پاک ہے گردِ وطن سے سر داماں تیرا تو وہ یوسف ہے کہ ہر مصر ہے کنعاں تیرا  
 تیرے دامن میں وطن کی گرد نہیں لگی ہے کیونکہ تو ایسا یوسف ہے کہ تیرے لئے ہر مصر کنعاں جیسا ہے  
 قافلہ ہو نہ سکے گا کبھی ویراں تیرا غیر یک بانگ درا کچھ نہیں ساماں تیرا  
 تیرا قافلہ کبھی ویران نہیں ہو سکے گا سوائے گھنٹے کی آواز کے تیرے پاس کوئی سامان نہیں  
**نخل شمع ہستی و در شعلہ دور ریشہ تو**

شمع کی مانند اک درخت ہے پھر بھی تو شعلوں سے ڈرتا ہے  
 عاقبت سوز بود سایہ اندیشہ تو  
 اپنے آخری انجام کو پہنچ گیا ہے اور اپنے سائے سے بھی ڈرتا ہے

تو نہ مٹ جائے گا ایران کے مٹ جانے سے نشہ مئے کو تعلق نہیں پیمانے سے  
 ایران کے مٹ جانے سے تو نہیں مٹ جائے گا شراب کے نشے کا تعلق پیمانے سے نہیں ہے  
 ہے عیاں یورشِ تاتار کے افسانے سے پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے  
 یہ تاتاریوں کے حملوں کے افسانوں سے ظاہر ہے کہ کعبے کی حفاظت کرنے والے بتخانوں سے مل گئے

**کشتی حق کا زمانے میں سہارا تو ہے**

اس زمانے میں حق کی کشتی کا سہارا تو ہی ہے  
 عصرِ نو رات ہے دھندلا سا ستارہ تو ہے  
 نیا دور رات کی طرح ہے جس میں تو ایک دھندلے ستارے کی طرح ہے



ہے جو ہنگامہ بپا یورشِ بلغاری کا غافلوں کے لئے پیغام ہے بیداری کا

آج جو ہنگامہ بلغاریوں کے حملے کا بپا ہے یہ سونے والوں کو جگانے کا ایک پیغام ہے

تو سمجھتا ہے یہ ساماں ہے دل آزاری کا امتحاں ہے ترے ایتار کا، خودداری کا

تو سمجھ رہا ہے کہ یہ دل دکھانے کا کوئی سامان ہے یہ تو تیری قربانی اور خودداری کا امتحان ہے

کیوں ہراساں ہے صہیلِ فرسِ اعدا سے

دشمنوں کے گھوڑوں کی آواز سے کیوں گھبرا رہا ہے

نورِ حق بجھ نہ سکے گا نفسِ اعدا سے

حق کا نور دشمنوں کی بھاری تعداد سے بھی بجھ نہ سکے گا

چشمِ اقوام سے مخفی ہے حقیقتِ تیری ہے ابھی محفلِ ہستی کو ضرورتِ تیری

تیری حقیقت دوسری قوموں کی آنکھوں سے چھپی ہوئی ہے ابھی زندگی کی محفل کو تیری ضرورت ہے

زندہ رکھتی ہے زمانے کو حرارتِ تیری کو کبِ قسمتِ امکاں ہے خلافتِ تیری

اس زمانے کو تیرے عمل کی حرارت زندہ رکھتی ہے تیری خلافت امکانات کی قسمت کا ستارہ ہے

وقتِ فرصت ہے کہاں، کام ابھی باقی ہے

ابھی فرصت کا وقت کہاں ہے ابھی بہت کام باقی ہے

نورِ توحید کا اتمام ابھی باقی ہے

توحید کے نور کو پھیلانے کا کام تمام کرنا ابھی باقی ہے

مثلِ بوقید ہے غنچے میں، پریشاں ہو جا رختِ بردوشِ ہوائے چمنستاں ہو جا

تو غنچے میں خوشبو کی طرح قید ہے تو بکھر جا اپنے کاندھے پر چمن کی ہوائے کر چلنے والا ہو جا

ہے تنک مایہ، تو ذرے سے بیاباں ہو جا نغمہِ موج سے ہنگامہِ طوفاں ہو جا

تیری قیمت کم ہے تو ذرے سے بیاباں بن جا ایک ہلکی موج کے راگ سے طوفانی ہنگامہ بن جا

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے

اپنی اللہ کی چاہت کی قوت سے ہر پستی کو اونچا کر دے

دہر میں اسمِ محمدؐ سے اجالا کر دے

دنیا میں محمدؐ کے نام سے اجالا پھیلا دے



ہو نہ یہ پھول تو بلبل کا ترنم بھی نہ ہو      چمن دہر میں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو  
 اگر یہ پھول نہ ہو تو بلبل کا ترنم اور نغمہ نہیں ہوگا      دنیا کے چمن میں کلیوں کا مسکرانا بھی نہیں ہوگا  
 یہ نہ ساقی ہو تو پھر مئے بھی نہ ہو خم بھی نہ ہو      بزم توحید بھی دنیا میں نہ ہو، تم بھی نہ ہو  
 اگر شراب پلانے والا نہ ہو تو شراب بھی نہ ہو مئے بھی نہ ہو      اگر وحدانیت کی بزم دنیا میں نہ ہو تو تم بھی نہیں ہو

**خیمہ افلاک کا استادہ اسی نام سے ہے**

آسمانوں کا خیمہ اسی توحید کے نام سے جما ہوا ہے

**نبض ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے**

زندگی کی نبض میں حرارت اسی توحید کے نام سے ہے

دشت میں، دامن کہسار میں، میدان میں ہے      بحر میں، موج کی آغوش میں، طوفان میں ہے  
 جنگل میں، پہاڑوں کے دامن میں اور میدانوں میں ہے      سمندر میں اس کی موج کی گود میں اور طوفان میں ہے  
 چین کے شہر، مراقش کے بیابان میں ہے      اور پوشیدہ مسلمان کے ایمان میں ہے  
 چین کے شہروں میں بھی ہے اور مراقش کے ویرانوں میں ہے      یہ مسلمان کے ایمان میں بھی چھپی ہوئی ہے

**چشم اقوام یہ نظارہ ابد تک دیکھے**

قوموں کی آنکھیں یہ منظر ابد تک دیکھیں گی

**رفعت شان رفعلنالك ذكرك دیکھے**

ہم نے تیرے ذکر کو بلند کیا اس کی شان بلندی دیکھیں

مردم چشم زمیں، یعنی وہ کالی دنیا      وہ تمہارے شہدا پالنے والی دنیا  
 زمیں کی آنکھ کی پتلی یعنی وہ کالی دنیا      اور وہ تمہارے شہیدوں کو پالنے والی دنیا  
 گرمی مہر کی پروردہ، ہلالی دنیا      عشق والے جسے کہتے ہیں ہلالی دنیا  
 مہربانیوں کی گرمی سے پالی ہوئی ہلالی دنیا      اللہ کو چاہنے والے جس کو کہتے ہیں ہلالی دنیا

**تپش اندوز ہے اس نام سے پارے کی طرح**

اس توحید کے نام سے گرم ہو کر پارے کی طرح کھول رہی ہے

**غوطہ زن نور میں ہے آنکھ کے تارے کی طرح**

اور آنکھ کے تارے کی طرح نور میں ڈوب گئی ہے



عقل ہے تیری سپر، عشق ہے شمشیر تری مرے درویش! خلافت ہے جہانگیر تری  
 تیری عقل ڈھال ہے اور تیری چاہت تلوار ہے اے میرے درویش! تیری خلافت جہاں پر چھائی ہے  
 ماسوا اللہ کے لئے، آگ ہے تکبیر تری تو مسلمان ہے تو تقدیر ہے تدبیر تری  
 جو اللہ کے غیر ہیں ان کے لئے تیری تکبیر آگ کی طرح ہے اگر تو مسلمان ہے تو تیری ہر تدبیر ہی تقدیر ہے

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں

اگر تو نے محمد ﷺ سے وفاداری کی تو ہم بھی تیرے ہیں

یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

یہ دنیا کیا چیز ہے لوح و قلم بھی تیرے لئے ہیں



## علامہ اقبال کے ہندوستانی ترانے کی

ہندوستانی مسلمانوں کے غم کی ترجمانی کرتی تضمین

گردش میں آچلا ہے اب کارواں ہمارا کوئی نہیں رہا کیوں اب مہرباں ہمارا

ہر حال میں ہوا ہے دشمن زماں ہمارا لاکھوں ستم اٹھائے پھر بھی یہی پکارا

سارے جہاں سے اچھا ہندوستان ہمارا

ہم بلبلیں ہیں اس کی یہ گلستاں ہمارا

کیوں ہم سے بدگمانی کیوں ہم سے بیر رکھنا ایمان اور وفا کی چھاتی پہ پیر رکھنا

مسجد کو روند دینا، نظروں میں دیر رکھنا مذہب نہیں سکھاتا آپس میں پیر رکھنا

ہندی ہیں ہم وطن ہے ہندوستان ہمارا

سارے جہاں سے اچھا ہندوستان ہمارا

عنبر کو مسکرائے گزریں ہزار صدیاں اب تو گزر رہی ہیں پڑمردگی میں گھڑیاں

پھولوں کا ذکر ہی کیا مرجھار ہی ہیں کلیاں گودی میں کھیلتی ہیں اس کی ہزار ندیاں

گلشن ہے جن کے دم سے رشک جناں ہمارا

سارے جہاں سے اچھا ہندوستان ہمارا

تضمین: علامہ اقبالؒ امیرِ اہلِ خلقِ خلیقی



## ”اقبالیات“

علامہ اقبالؒ کے مصرع ”ستارے جس کی گرد راہ ہوں وہ کارواں تو ہے“ کی روشنی میں

## ”کردارِ مسلم“

### مثبت کردار:

جہانِ رنگ و بو میں دینِ حق کا پاسباں تو ہے  
بڑھا کر رفت کی قوت زمانے پر یہ ثابت کر

حفیظ نور ایمانی متاعِ دو جہاں تو ہے  
تو عالم ہے، مجاہد ہے، تو زاہد ہے، تو تاجر ہے

اگر وسعت پہ آجائے تو بحر بیکراں تو ہے  
جدالِ زندگی میں قہر ہے، محشرِ بداماں بھی

### منفی کردار:

مگر کردارِ حق چھوڑا تو پھر بارگراں تو ہے  
جہاں کی رنگ رلیوں میں رہا ہے مست اور بے خود

مسلمان کیوں ہر اک عنوان کا سادہ بیاں تو ہے  
ترا کردار وابستہ نہیں اک ذوقِ ایماں سے

جہاں انسانیت آنسو بہائے شادماں تو ہے  
روابط میں ضوابط میں ترا کردار گندہ ہے

ہے گر مرد مجاہد، حاصل کون و مکاں تو ہے  
”ستارے جس کی گرد راہ ہوں، وہ کارواں تو ہے“

جہاں دنیا ٹھہر جائے وہاں گرم رواں تو ہے  
ہے فضلِ حق بہر پہلو زمانے میں عیاں تو ہے

کبھی کہنے پہ آجائے تو پھر جادو بیاں تو ہے  
سلوکِ زندگی میں نفسِ مومن مہرباں تو ہے

برائی میں نمایاں ہے بھلائی میں نہاں تو ہے  
اگر دیکھے کبھی مڑ کر تو دنیا میں کہاں تو ہے

نہیں باقی تری قیمت متاعِ رائیگاں تو ہے  
بھلائی جاچکی ہے دیر سے وہ داستاں تو ہے

برے ماحول، گندی محفلوں کے درمیاں تو ہے  
تبسم تیرا شیوہ تھا کبھی، اب اک فغاں تو ہے

جہانِ رنگ و بو میں کچھ نہیں پستی ہی پستی ہے  
پلٹ آ اب ترے کردار کو دنیا ترستی ہے

امیر اللہ عنبر خلیقی



## ”اقبالیات“

علامہ اقبالؒ کے مصرع ”نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں“ کے تاثر میں

## ”واپسی“

بہت سے ڈھونڈتے رہ جاتے ہیں خوابوں کی تعبیریں  
بناتے ہیں کئی امید کی ذہنوں میں تصویریں  
کچھ ایسے ہیں کہ جن کے ذہن میں لالچ کی تعمیریں  
مگر کیا بات ہے حاصل نہیں کچھ ان کی تاثیریں

یہ قرآن روشنی دیتا ہے کہ ایماں کو اپناؤ  
عمل کو تھام رکھو، صاحب کردار بن جاؤ  
خلوص و صدق کو، اخلاق کو، دنیا میں پھیلاؤ  
دلوں میں جذبہٴ عشق و وفا کی آگ بھڑکاؤ

جہاد زندگی اور قول صادق کی ضرورت ہے  
دل بیمار کو پھر ایک حاذق کی ضرورت ہے  
کہے جو سچ ہمیشہ ایسے ناطق کی ضرورت ہے  
سلگتے دور میں کردار سابق کی ضرورت ہے

یہ سب کردار اور قول و عمل وابستہ مومن سے  
خلوص، اخلاق بھی ہوتے ہیں سب ہم رشتہ مومن سے  
جہادوں کی فضا ہو جاتی ہے صف بستہ مومن سے  
قد آور کانپنے لگتے ہیں قد میں پستہ مومن سے

اسی مومن کے بارے میں مرے اقبال کہتے ہیں  
”نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں“

امیر اللہ عنبر خلیقی



# ”اقبالیات“

علامہ اقبالؒ کے مصرع

”جس کو دنیا میں نہیں آتا کوئی فن تم ہو“ کے تاثر میں

**نام نہاد مسلمانو! تم کیا ہو؟**

جس کو دنیا میں نہیں آتا، کوئی فن، تم ہو  
جو ہے اخلاق سے خالی، وہی دامن، تم ہو

برق اغیار کی جو جھیلے وہ، خرمن، تم ہو  
صرف بجتا رہے، خالی ہو، وہ برتن، تم ہو

نام ہے شیخ مگر پورے برہمن، تم ہو  
رزم میں موم ہو، لیکن نہیں، آہن، تم ہو

دوسرا کوئی نہیں، اپنے ہی دشمن، تم ہو  
اپنے کردار سے ہی دنیا کی، الجھن، تم ہو

جس میں ملتا نہ سکوں ہو، وہی آنگن، تم ہو  
جس سے انگارے برستے ہوں وہ ساون تم ہو

ارتقا والے افق پر، کہاں روشن، تم ہو  
جس میں دھندلا نظر آئے، وہی درپن، تم ہو

کوئی جولانی نہیں تم میں تو، بے من، تم ہو  
ہر برائی جہاں پنے، وہی مسکن، تم ہو

درد اور رنج و الم سے یہی کہتا عنبر  
دن ہیں جس میں روایات، وہ مدفن، تم ہو



**امیر اللہ عنبر خلیقی**

**عنبر انٹر پرائزز**

قبرستان روڈ، مومن پورہ، ناگیو